"خطبۂ صدارت"

دلاور فگار

جس کو دلاور فگار نے "زندہ دلانِ حیدر آباد" کے زیرِ اہتمام ہونے والی آل انڈیا "مزاح نگاروں کی کانفرنس" کے جلسۂ نظم منعقدہ بمقام حیدر آباد (دکن)، بتاریخ ۱۵ مئی ۱۹۶۶ء کے لیے لکھا۔

اے زندہ دلانِ حیدرآباد

اے دیدہ ورانِ حیدرآباد

اے شہرِ غزل کے شہریارو

اے ملکِ ادب کے تاجدارو

اے ارضِ دکن کے خوش دماغو

اے بزم کے خوشنما چراغو

اے بزمِ جہاں کے خوش نصیبو

اے عالمو، شاعرو، ادیبو

اے شعر و سخن کے نکتہ چینو

اے علم و ادب کے نبض بینو

اے خوش نظرو، جواں خیالو

اے دیدہ ورو، نگاہ والو

اے عالمو، ادب نوازو
بیمارِ ادب کے چارہ سازو
ذرّوں کو قمر بنانے والو
فانی کو امر بنانے والو
بُلوا کے ظریف شاعروں کو
معقول و شریف شاعروں کو
تم نے جو مشاعرہ کیا ہے
جِدّت کا مظاہرہ کیا ہے
یہ طنز و مزاح کے سپاہی
یہ جادۂ پُر خطر کے راہی
یہ وہ ہیں کہ قدر جنکی ہے کم
اُردو کے خدا ہیں اُن سے برہم
ناقد نے اُنھیں حقیر سمجھا
داتا نے انھیں فقیر سمجھا

باپوں نے اُنھیں کپوت سمجھا
پنڈت نے انھیں اچھوت سمجھا
مذہب نے انھیں بتایا غاوون
بیمار نے ان کو سمجھا طاعون
اکبرؔ جو نہ ان کا ساتھ دیتے
لوگ ان کا تو نام بھی نہ لیتے
تم نے جو انھیں طلب کیا ہے
انصاف کا کام اب کیا ہے
تم نے انھیں وقت پہ پکارا
ممنونِ کرم ہوں میں تمھارا
یہ زندہ دلی ہے قابلِ داد
اے زندہ دلانِ حیدرآباد
لیکن مجھے تم سے اک گِلا ہے
ہمراہ خوشی کے غم ملا ہے
پکڑا ہے مجھے پئے صدارت
ہے یہ بھی تمہاری اک شرارت

اس عالمِ رنگ و بو کی رُو سے
مجھ سے بھی بڑے تھے بعض احمق
کیوں صدر انھیں نہیں بنایا
انصاف کا خون کیوں بہایا

اس جلسۂ پُر مزاح کا صدر
ہوتا کوئی پیر ، بانیٔ غدر
یا کوئی سفیر اعظم ہوتا
یا کوئی وزیر ازیر ہوتا

یا کوئی سخن شناس بنتا
جو شعرِ غلط کی داد دیتا
یا کوئی خدا کا نیک بندہ
جو داد کے ساتھ دیتا چندہ

یا کوئی بزرگ وقت دیدہ
یا کوئی بھی کیبنٹ رسیدہ
میں صدر تو ہوں ، مگر نیا ہوں
یوں کہیے کہ آج پھنس گیا ہوں

کیوں نام مرے ہے قرعۂ فال
کیا اتنے بڑے تھے میرے اعمال
فرماتے ہیں یہ جناب حسرت
شاعر ہو ، تمھیں اگر ہو غیرت

ظاہر کرو نظم میں کمالات
خطبہ ہو جو نظم میں تو ہے بات
لکھتے ہیں مجھے کہ "میرے بیٹے
تم صدر نہیں کسی سے ہیٹے
اُمید ہے فرض جان لو گے
جو حکم دیا ہے مان لو گے"
چکرا گیا میں یہ حکم سنکر
فانوسِ خیال بن گیا سر
کچھ پاس و خیالِ حکم حیرت
اپنے کیے ہوئے کی غیرت
خطبہ تو ہے کچھ نہ کچھ ضروری
اک رسم تو ہو ہی جائے پوری
مشکل یہ ہے وقت بے تکا ہے
مشاعرہ رُکا ہے
تقریر کا یہ محل نہیں ہے
خطبہ ہے کوئی غزل نہیں ہے
خطبہ کہ ہے فرض آج مجھ پر
لکھتا ہوں خدا کا نام لے کر
کچھ دیر دلوں پہ صبر کیجیے
ہوں پورے اگر تو صبر کیجیے

اے طنز و مزاح کے رفیقو
تم راہیِ راہِ پُر خطر ہو
تم بارِ گراں اُٹھا رہے ہو
دشنہ کی کمان جھکا رہے ہو
یوں بزم میں قہقہے لگاؤ
خوابیدہ جو ہیں انھیں جگاؤ
اس طرح ہنسو کہ زخم دُھل جائیں
مُنھ بند رہے اور آنکھیں کھل جائیں
مقصودِ ادب نہیں ہنسانا
شاعر نہیں بھانڈ اور زنانا
اکبر کے کلام پر نہ جاؤ
سودا کے مقام پر نہ جاؤ
اکبر کا سماج مختلف تھا
سودا کا مزاج مختلف تھا
غالب کی نگاہ مختلف تھی
اقبال کی راہ مختلف تھی
اس نے جو کچھ کہا بجا تھا
لیکن وہ زمانہ دوسرا تھا
رنگِ جہاں بدل گیا ہے
ہر پیر و جواں بدل گیا ہے

بوسیدہ روایتوں کو توڑو
پارینہ حکایتوں کو چھ
ہوتا ہے ہر ایک بات کا دور
دور ہے طنزیات کا
ہرگز نہ کرو کسی کی تقلید
فطرت نہیں چاہتی ہے
کپڑا ہے وہ مارکٹ میں فائن
ہو جس پہ کوئی نیا ڈ
تخریب نہیں ادب کا مقصد
شاعر نہ بنو بہ نیت
ہو طنز و مزاح میں توازن
حد سے نہ بڑھو، بطرز
ہیومر میں ابھی بقول شخصے
نشتر آگئے ہے اور نظم
آؤ کہ چلیں قدم اٹھا کر
تمغوں کی طرح قلم ا
یہ طنز و مزاح کے مزائل
بیکار نہ جانے پائیں نہ
آؤ کہ ادب سے کام لیں ہم
گرتے ہوئے فن کو تھام لیں

* Humour = مزاح